OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://arjicc.com/index.php/arjicc

تفسیر ابن کثیر و معارف القرآن کی روشنی میں سورۃ یٰسٓ آیات 20 تا 32 میں دعوت و تبلیغ کا منہج و اسلوب: تقابلی مطالعہ

The Methodology and Style of Da'wah and Preaching in Surah Ya-Sin, Verses 20–32: A Comparative Study in the Light of Tafsir Ibn Kathir and Ma'arif al-Qur'an

Naghma Bibi
BS Islamic Studies, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat
Email: naghmabibicharbagh74@gmail.com

Dr. Muhammad Noman (Corresponding Author)
Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat
Email: numanm964@gmail.com

Nida Bibi
BS Islamic Studies, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat
Email: nidasharif10@gmail.com

Received on: 15-10-2025 Accepted on: 20-11-2025

Abstract

Islam is a universal and comprehensive way of life whose message is intended for all of humanity. This true religion originated in the land of Arabia, and Allah Almighty has preserved it until the Day of Judgment. Various means, including preaching, religious propagation, education, and teaching, have played a significant role in the spread of Islam throughout the world; however, Da'wah and Tabligh (invitation and propagation) hold a fundamental position in this regard. The Holy Qur'an, in numerous places, encourages believers to enjoin righteousness, call people toward the truth, and convey the message of religion to others. The primary objective of Da'wah and Tabligh is to strengthen a person's relationship with Allah Almighty, enable him to distinguish between truth and falsehood, and provide guidance for living according to Islamic teachings. The Prophets and Messengers (peace be upon them) were also sent for the fulfillment of this great responsibility. The Holy Qur'an presents various methods and approaches of Da'wah and Tabligh, among which verses 20–32 of Surah Yasin hold particular significance. These verses highlight several important aspects of the methodology of Da'wah, including the sincere concern of a preacher for his people, wisdom in preaching, calling toward the oneness of Allah, encouraging adherence to the truth, and reminding people of their accountability in the Hereafter. The present study comparatively examines the methodology and approaches of Da'wah and Tabligh presented in the aforementioned verses of Surah Yasin in the light of Tafsir Ibn Kathir and Tafsir Ma'ariful Qur'an.

Keywords: Islam, Da'wah, Tabligh, Methodology of Da'wah, Surah Yasin, Tafsir Ibn Kathir, Ma'ariful Qur'an, Hereafter.

تعارف

اسلام ایک عالمگیر اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، جس کا پیغام تمام انسانیت کے لیے ہے۔ اس دین حق کی ابتدا سرزمین عرب سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے محفوظ فرمایا ہے۔ اسلام کے عالمی سطح پر پھیلاؤ میں دعوت و تبلیغ، تعلیم و تدریس اور دیگر ذرائع نے اہم کردار ادا کیا، تاہم دعوت و تبلیغ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نیکی کی دعوت دینے، حق کی طرف بلانے اور لوگوں تک دین کا پیغام پہنچانے کی ترغیب دی ہے۔ دعوت و تبلیغ کا بنیادی مقصد انسان کے تعلق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط کرنا، اسے حق و باطل میں تمیز کی آگاہی دینا اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی اسی عظیم فریضے کی ادائیگی کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔ قرآن کریم میں دعوت و تبلیغ کے مختلف مناہج اور اسالیب بیان ہوئے ہیں، جن میں سورۃ یٰسٓ کی آیات 20 تا 32 خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان آیات میں ایک داعی کی خیر خواہی، حکمت دعوت، توحید کی طرف بلانے، حق کی پیروی کی ترغیب اور آخرت کی جواب دہی جیسے اہم دعوتی پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ اس آرٹیکل میں سورۃ یٰسٓ کی مذکورہ آیات میں بیان کردہ دعوت و تبلیغ کے منہج و اسلوب کا تفسیر ابن کثیر اور تفسیر معارف القرآن کی روشنی میں تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔

سورۃ یٰسٓ: آیات نمبر 20–22

1 ۔ داعی کی نصیحت اور دعوت کا اسلوب:

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝٢٠ اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ ۝٢١ وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝٢٢ [1]

ترجمہ: ”اور شہر کے دور دراز حصے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ان لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے اور وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہیں۔ اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا، اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

تفسیر معارف القرآن میں تشریح:

علامہ مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق ان آیات میں ایک کامل داعی کے اوصاف اور دعوت کے بہترین اسلوب کو بیان کیا گیا ہے۔ مومن شخص اپنی قوم کی ہدایت کے جذبے سے فوراً دوڑ کر آیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی کو دین کی خدمت اور لوگوں کی اصلاح کے لیے سرگرم اور حساس ہونا چاہیے۔ اس نے اپنی قوم کو رسولوں کی پیروی کی دعوت دی، کیونکہ وہ کسی دنیاوی منفعت یا اجرت کے طالب نہیں تھے بلکہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے دعوت دے رہے تھے۔ اس کے بعد اس نے نہایت حکیمانہ انداز میں اپنی ذات کو مثال بنا کر فرمایا: "مجھے کیا ہو گیا

ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا؟" اس اسلوب میں نرمی، خیر خواہی اور عقلی استدلال پایا جاتا ہے، جو دعوت کو زیادہ مؤثر بناتا ہے۔ معارف القرآن کے مطابق اس سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی کو اخلاص، حکمت، نرم گفتگو اور عقلی دلائل کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا چاہیے۔[2]

تفسیر ابن کثیر میں تشریح:

امام ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ مومن شخص، جسے اکثر مفسرین حبیب نجار قرار دیتے ہیں، جب رسولوں کی تکذیب کی خبر سنتا ہے تو فوراً اپنی قوم کے پاس آتا ہے اور نہایت مخلصانہ انداز میں رسولوں کی حمایت کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو ان رسولوں کی پیروی کی دعوت دیتا ہے جو کسی قسم کے دنیاوی فائدے یا اجرت کے طالب نہیں اور خود بھی ہدایت پر قائم ہیں۔ پھر وہ توحید پر ایک نہایت مضبوط عقلی دلیل پیش کرتا ہے کہ عبادت صرف اسی خالق کی ہونی چاہیے جس نے انسان کو پیدا کیا اور جس کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے۔ ابن کثیرؒ کے مطابق ان آیات میں داعی کی خیر خواہی، اخلاص، جرأت اور عقلی استدلال کو نمایاں کیا گیا ہے، جو دعوت انبیاء کا بنیادی اسلوب ہے۔[3]

اتفاقی نکات:

1: دونوں تفاسیر کے مطابق مومن شخص اپنی قوم کی ہدایت کی شدید خواہش رکھتے ہوئے ان کے پاس آیا۔

2: دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اس نے رسولوں کی پیروی کی دعوت دی کیونکہ وہ مخلص اور ہدایت یافتہ تھے۔

3: دونوں تفاسیر کے مطابق دعوت کا بنیادی محور توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

4: دونوں کے نزدیک داعی نے اپنی دعوت میں حکمت، خیر خواہی اور عقلی استدلال اختیار کیا۔

5: دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ داعی دنیاوی مفاد یا اجرت کا طالب نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی رضا کے لیے دعوت دیتا ہے۔

اختلافی نکات:

1: تفسیر معارف القرآن ان آیات سے دعوت و تبلیغ کے عملی اصول، جیسے اخلاص، نرم اسلوب، خیر خواہی اور حکمت کو زیادہ نمایاں کرتی ہے۔

2: تفسیر ابن کثیر مومن شخص (حبیب نجار) کے تاریخی پس منظر اور آثار سلف کو بیان کرتے ہوئے رسولوں کی تائید اور عقلی استدلال کی تفصیل زیادہ بیان کرتی ہے۔

سورۃ یٰسٓ، آیات: 23–25

2: دعوت کی بنیاد اور داعی کا ایمان:

ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ ٢٣ إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ٢٤ إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ٢٥[4]

ترجمہ: "کیا میں اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ اگر رحمٰن مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے۔ اگر میں ایسا کروں تو یقیناً میں کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں، پس میری بات سنو۔"

تفسیر معارف القرآن میں تشریح:

علامہ مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق ان آیات میں دعوت کی اصل بنیاد توحید، اخلاص ایمان اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کو قرار دیا گیا ہے۔ مومن شخص نے نہایت حکمت اور عقلی استدلال کے ساتھ اپنی قوم کو سمجھایا کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ذات ہے جو نفع و نقصان کی حقیقی مالک ہے۔ اس نے واضح کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے، وہ نہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی سفارش کسی کے لیے فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ اسی بنا پر اس نے شرک کو صریح گمراہی قرار دیا اور توحید کو نجات کا واحد راستہ بتایا۔ آخر میں اس نے پوری جرأت اور استقامت کے ساتھ اپنے ایمان کا کھلے عام اعلان کیا: "إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ"۔ معارف القرآن کے مطابق اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حقیقی داعی حق کو چھپانے کے بجائے ہر حال میں اس کا اظہار کرتا ہے، اور دعوت کی تاثیر صرف زبان سے نہیں بلکہ مضبوط ایمان، اخلاص اور عملی استقامت سے پیدا ہوتی ہے۔[5]

تفسیر ابن کثیر میں تشریح:

امام ابن کثیرؒ ان آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مومن نے اپنی قوم کے سامنے نہایت مضبوط عقلی اور ایمانی دلیل پیش کی۔ اس نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے وہ کسی قسم کے نفع یا نقصان کے مالک نہیں، اس لیے ان کی عبادت بے بنیاد اور باطل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائے تو کوئی معبود، ولی یا سفارشی اس فیصلے کو ٹال نہیں سکتا۔ اس بنا پر اس نے غیر اللہ کی عبادت کو کھلی گمراہی قرار دیا اور اپنی قوم کے سامنے نہایت بے باکی سے اعلان کیا: "إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ"، یعنی "میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں، پس میری بات سنو۔" ابن کثیرؒ کے نزدیک یہ اعلان ایک داعی کے کامل یقین، اخلاص، حق پر ثابت قدمی اور دعوت میں جرأت و استقامت کی بہترین مثال ہے۔[6]

اتفاقی نکات:

1: دونوں تفاسیر کے مطابق ان آیات کا مرکزی موضوع توحید اور شرک کی تردید ہے۔

2: دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ نفع ونقصان کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

3: دونوں کے نزدیک غیر اللہ کی عبادت کھلی گمراہی ہے۔

4: دونوں تفاسیر میں داعی کے ایمان، اخلاص اور جرأت اظہار کو نمایاں کیا گیا ہے۔

5: دونوں کے مطابق داعی کو حالات کی پروا کیے بغیر حق کا اعلان کرنا چاہیے۔

اختلافی نکات:

1: تفسیر معارف القرآن ان آیات سے دعوت وتبلیغ کے عملی اور اصلاحی پہلو اخذ کرتی ہے، مثلاً اخلاص، توکل اور جرأت اظہار حق کو داعی کی بنیادی صفات قرار دیتی ہے۔

2: تفسیر ابن کثیر عقیدۂ توحید کے اثبات اور شرک کے بطلان پر قرآنی دلائل اور آثار سلف کی روشنی میں زیادہ تفصیلی بحث کرتی ہے اور ایمان کے اعلان کو اتمام حجت کا اہم مرحلہ قرار دیتی ہے۔

سورۃ یٰس، آیات:26–27

3: داعی کا انجام اور دعوت کا اثر:

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾[7]

ترجمہ: اس سے کہا گیا: "جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لیتی۔ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت والے لوگوں میں شامل کر دیا۔"

تفسیر معارف القرآن میں تشریح:

علامہ مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق ان آیات میں ایک سچے داعی کے عظیم انجام کو بیان کیا گیا ہے۔ جب اس مومن شخص نے حق کی دعوت دیتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اسے جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ دعوت دینے والے کا انجام کامیابی اور ابدی نعمتیں ہیں۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی اس مومن کے دل میں اپنی قوم کے لیے خیر خواہی باقی رہی۔ اس نے تمنا کی کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور اپنے مقرب بندوں میں شامل

کر لیا۔ معارف القرآن کے مطابق اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حقیقی داعی اپنی زندگی ہی میں نہیں بلکہ کامیابی کے بعد بھی لوگوں کی ہدایت اور بھلائی کا خواہش مند رہتا ہے۔ اس واقعہ میں داعی کے اخلاص، صبر، ایثار اور خیر خواہی کی اعلیٰ مثال پیش کی گئی ہے۔ [8]

تفسیر ابن کثیر میں تشریح:

امام ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن (جسے اکثر مفسرین حبیب نجار کہتے ہیں) کو اس کی قوم نے شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اسے جنت میں داخل ہونے کی بشارت عطا فرمائی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والوں کو برزخ ہی میں اللہ کی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ جنت میں پہنچ کر اس مومن نے کہا: ﴿يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾، یعنی "کاش میری قوم جان لیتی" کہ میرے رب نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے عزت و کرامت عطا کی۔ ابن کثیرؒ کے مطابق یہ ایک داعی کی بے مثال خیر خواہی اور اخلاص کی علامت ہے کہ جن لوگوں نے اسے قتل کیا، ان کے لیے بھی اس کے دل میں انتقام نہیں بلکہ ہدایت کی خواہش موجود تھی۔ [9]

اتفاقی نکات:

1: دونوں تفاسیر اس بات پر متفق ہیں کہ مومن شخص کو شہادت کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

2: دونوں کے مطابق یہ واقعہ اللہ کی راہ میں دعوت دینے والوں کے لیے عظیم اجر اور کامیابی کی دلیل ہے۔

3: دونوں تفاسیر میں مومن کی اپنی قوم کے لیے خیر خواہی اور ہدایت کی خواہش کو نمایاں کیا گیا ہے۔

4: دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مومن کی مغفرت فرمائی اور اسے عزت و کرامت سے نوازا۔

5: دونوں کے نزدیک یہ آیات داعی کے اخلاص، استقامت اور ایثار کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔

اختلافی نکات:

1: تفسیر معارف القرآن ان آیات سے دعوت و تبلیغ کے تربیتی پہلو اخذ کرتی ہے اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ ایک داعی ہر حال میں خیر خواہ اور مخلص رہتا ہے، حتیٰ کہ کامیابی کے بعد بھی اپنی قوم کی ہدایت کی آرزو کرتا ہے۔

2: تفسیر ابن کثیر اس واقعہ کی تفصیل، حضرت حبیب نجار کے حالات، آثار سلف اور شہداء کے برزخی اجر کے حوالے سے روایات کو زیادہ تفصیل سے بیان کرتی ہے۔

سورۃ یٰسٓ: آیات 28-29

1۔ منکرین حق کا انجام اور دعوت حق سے اعراض کا نتیجہ:

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ۲۸ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ [10]

ترجمہ: "اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہمیں ایسا کرنا تھا۔ بس ایک ہی زوردار آواز ہوئی، پھر اچانک وہ سب بجھے ہوئے پڑے رہ گئے۔"

تفسیر معارف القرآن میں تشریح:

علامہ مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق ان آیات میں اس قوم کے انجام کو بیان کیا گیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور حق کی مخالفت پر قائم رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کے لیے کسی بڑے لشکر یا ظاہری طاقت کی ضرورت نہیں سمجھی، بلکہ فرشتے کی ایک ہیبت ناک چیخ کے ذریعے انہیں ہلاک کر دیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت اور منکرین حق کی بے بسی واضح ہوتی ہے۔

ان آیات میں دعوت و تبلیغ کے اعتبار سے یہ اہم سبق ملتا ہے کہ داعی کا کام حق کو واضح انداز میں لوگوں تک پہنچانا ہے، جبکہ دعوت کو مسلسل رد کرنے اور حق سے اعراض کرنے کا انجام انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس واقعہ کے ذریعے قرآن کریم منکرین کو سابقہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔[11]

تفسیر ابن کثیر میں تشریح:

امام ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ جب قوم نے رسولوں کی تکذیب کی اور مومن شخص حبیب کے قتل کے بعد بھی اپنی سرکشی پر قائم رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ایک ہی چیخ کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے عذاب کے لیے کسی آسمانی لشکر کی ضرورت پیش نہ ائی، کیونکہ وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

ابن کثیرؒ کے مطابق اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور منکرین حق کے کمزور ہونے کا واضح اظہار ہے۔ ایک معمولی سی آواز کے ذریعے پوری قوم کا خاتمہ اس بات کی دلیل ہے کہ دنیاوی طاقت، تعداد اور ظاہری وسائل اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔[12]

اتفاقی نکات:

1۔ دونوں تفاسیر کے مطابق قوم کا انجام اس کے مسلسل انکار اور تکذیب حق کا نتیجہ تھا۔

2۔ دونوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ایک ہی چیخ کے ذریعے ہلاک فرمایا۔

3۔ دونوں تفاسیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو اس واقعہ کا بنیادی پہلو قرار دیتی ہیں۔

4۔ دونوں کے مطابق آیات میں منکرین حق کے لیے عبرت اور نصیحت کا پہلو نمایاں ہے۔

5۔ دونوں تفاسیر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حق کی دعوت کو مسلسل ٹھکرانا انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔

اختلافی نکات:

1۔ معارف القرآن میں ان آیات سے زیادہ تر دعوتی اور اصلاحی سبق اخذ کیا گیا ہے اور انسان کو سابقہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

2۔ تفسیر ابن کثیر میں قوم کے عذاب، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سابقہ مفسرین و سلف سے منقول روایات کے پہلو کو نسبتاً زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(سورۃ یٰسین: آیات 30–31)

2۔ منکرین حق پر افسوس اور سابقہ اقوام سے عبرت کا دعوتی اسلوب:

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ٣٠ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ [13]

ترجمہ: "بندوں پر افسوس ہے! ان کے پاس جو بھی رسول آیا، وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا کہ وہ ان کی طرف واپس نہیں آتے؟"

تفسیر معارف القرآن میں تشریح:

علامہ مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق ان آیات میں ان لوگوں کی حالت پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے جو مسلسل انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ قرآن کریم یہاں سابقہ قوموں کے انجام کو بطور عبرت پیش کرتا ہے تاکہ بعد کے لوگ ان سے سبق حاصل کریں۔

دعوت و تبلیغ کے اسلوب کے اعتبار سے یہ ایک مؤثر طریقہ ہے کہ لوگوں کو صرف نظری دلائل ہی نہ دیے جائیں بلکہ بطور مثال سابقہ اقوام اور ان کے انجام سے بھی آگاہ کیا جائے۔ تاریخ کے واقعات انسان کو اپنے انجام پر غور کرنے اور حق قبول کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔[14]

تفسیر ابن کثیر میں تشریح:

امام ابن کثیرؒ ان آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی بدبختی پر افسوس ظاہر فرماتا ہے جو رسولوں کی آمد کے باوجود ان کی تکذیب اور تمسخر کرتے رہے۔ ان کے سامنے سابقہ اقوام کی ہلاکت کے واقعات موجود تھے، لیکن انہوں نے ان سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔

ابن کثیرؒ کے مطابق "أَلَمْ يَرَوْا" میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ گزشتہ قوموں کے حالات اور ان کے انجام پر نظر کرے اور اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اس طرح قرآن کریم امم سابقہ کی تاریخ کو دعوت و اصلاح کا ذریعہ بناتا ہے۔[15]

اتفاقی نکات:

1۔ دونوں تفاسیر کے مطابق رسولوں کا مذاق اڑانا اور ان کی تکذیب انتہائی سنگین جرم ہے۔

2۔ دونوں تفاسیر میں سابقہ اقوام کے واقعات کو عبرت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

3۔ دونوں کے نزدیک انسان کو گزشتہ قوموں کے انجام پر غور کرنا چاہیے۔

4۔ دونوں تفاسیر میں قرآن کے دعوتی اسلوب میں عبرت اور نصیحت کا پہلو نمایاں ہے۔

5۔ دونوں کے مطابق رسولوں کی دعوت سے اعراض کا انجام ہلاکت اور تباہی ہے۔

اختلافی نکات:

1۔ معارف القرآن میں ان آیات کے اصلاحی اور تربیتی پہلو کو نمایاں کرتے ہوئے انسان کو تکبر، تمسخر اور حق سے اعراض سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

2۔ تفسیر ابن کثیر میں سابقہ اقوام کے حالات، ان کے انجام اور آیات کے تفسیری مفہوم کو روایات و آثار کی روشنی میں زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ یٰسٓ، آیات: 32

3۔ قیامت، جواب دہی اور دعوت آخرت کا منہج:

وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝٣٢ [16]

ترجمہ: "اور ان سب کو ضرور ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔"

تفسیر معارف القرآن میں تشریح:

علامہ مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق اس آیت میں تمام انسانوں کے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جانے کا بیان ہے۔ دنیا میں انسان خواہ حق کو قبول کرے یا اس سے اعراض کرے، آخرت میں اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے اعتبار سے آخرت کا تصور انتہائی مؤثر ذریعہ ہے، کیونکہ جب انسان کو یہ یقین ہو کہ اسے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے تو اس کے اندر ذمہ داری، تقویٰ اور اصلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن کریم توحید اور رسالت کے ساتھ آخرت کی جواب دہی کو بھی دعوت کے بنیادی مضامین میں شامل کرتا ہے۔[17]

تفسیر ابن کثیر میں تشریح:

امام ابن کثیرؒ کے مطابق اس آیت میں قیامت کے دن تمام مخلوقات کے اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع کیے جانے کا ذکر ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر نہیں ہوگا اور ہر انسان کو اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہونا ہوگا۔

ابن کثیرؒ کی تفسیر کے مطابق یہ آیت انسان کو آخرت کی تیاری اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس دلاتی ہے۔ اس لیے داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو دنیاوی اصلاح کی دعوت کے ساتھ آخرت، حشر، حساب اور جزا و سزا کے عقیدے کی بھی اصلاح کرائے۔[18]

اتفاقی نکات:

1۔ دونوں تفاسیر کے مطابق تمام انسان قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔

2۔ دونوں کے نزدیک آخرت کا یقین دعوت دین کا اہم بنیادی موضوع ہے۔

3۔ دونوں تفاسیر انسان کو اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے تیار رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔

4۔ دونوں کے مطابق آخرت کا تصور انسان کے اندر تقویٰ اور اصلاح کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

5۔ دونوں تفاسیر میں اس آیت کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور آخرت کی جواب دہی کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔

اختلافی نکات:

1۔ معارف القرآن میں آیت سے زیادہ نمایاں طور پر اخلاقی و اصلاحی سبق اخذ کیا گیا ہے اور آخرت کے تصور کو انسانی کردار کی اصلاح سے مربوط کیا گیا ہے۔

2۔ تفسیر ابن کثیر میں قیامت کے دن تمام مخلوقات کے جمع ہونے، حشر اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے تفسیری پہلو کو روایات و آثار کی روشنی میں زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

نتائج البحث:

1. داعی کی اصل ذمہ داری حق کی تبلیغ اور ابلاغ ہے۔ دونوں تفاسیر کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ داعی کا فرض اللہ تعالیٰ کے پیغام کو واضح، مؤثر اور حکمت کے ساتھ لوگوں تک پہنچانا ہے۔ البتہ کسی شخص کو ہدایت دینا اور اسے حق قبول کرنے کی توفیق عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔
2. دونوں تفاسیر میں دعوتی اصولوں کے حوالے سے بنیادی اتفاق موجود ہے، تاہم ان کے تفسیری انداز میں فرق پایا جاتا ہے۔ معارف القرآن میں اصلاح، تربیت اور عملی رہنمائی کے پہلو زیادہ نمایاں ہیں، جبکہ تفسیر ابن کثیر میں روایات، آثار سلف اور تفسیری و اعتقادی مباحث کو زیادہ تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔
3. دونوں تفاسیر کے تقابلی مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم کا دعوتی منہج محض عقائد کی وضاحت تک محدود نہیں۔ بلکہ اس کا بنیادی مقصد انسان کی عملی زندگی، اخلاق و کردار اور روحانی کیفیت کی اصلاح بھی ہے، تاکہ فرد اپنے عقیدے کے ساتھ ساتھ اپنے عمل اور کردار میں بھی اسلامی تعلیمات کو اختیار کرے۔
4. سورۃ یٰسٓ میں بیان کردہ دعوتی اصول عصر حاضر کے داعیان کے لیے مؤثر اور عملی رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ بالخصوص اخلاص نیت، حکمت و دانائی، صبر و تحمل، ثابت قدمی، خیر خواہی، حق بات کو واضح انداز میں پہنچانا اور آخرت میں جواب دہی کا احساس ایسے بنیادی اصول ہیں جو موجودہ دور میں دعوت دین کے مؤثر فروغ کے لیے نہایت اہم ہیں۔

تجاویز و سفارشات

1. داعیانِ اسلام کے لیے اخلاصِ نیت کو اولین ترجیح دی جائے۔ دعوتِ دین کا بنیادی مقصد ذاتی مفاد، شہرت، منصب یا دنیاوی منفعت کا حصول نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور انسانوں کی دینی و اخلاقی اصلاح پیشِ نظر رہنی چاہیے۔
2. دعوتی کارکنوں کی منظم اور مسلسل تربیت کا مؤثر نظام قائم کیا جائے۔ انہیں قرآن کریم و احادیثِ نبویہ، سیرتِ طیبہ ﷺ، اسلامی اخلاق و آداب، عصرِ حاضر کے فکری و معاشرتی مسائل اور جدید ذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال سے روشناس کرایا جائے، تاکہ وہ موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق بہتر انداز میں دعوت کا فریضہ انجام دے سکیں۔
3. صبر و استقامت کو دعوتی تربیت کا بنیادی جزو بنایا جائے۔ سورۃ یٰسٓ کے واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ دعوتِ حق کے راستے میں مخالفت، اعتراضات اور مختلف قسم کی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ اس لیے داعی کے اندر حالات کا مقابلہ کرنے، مشکلات برداشت کرنے اور حق کی دعوت پر ثابت قدم رہنے کی صلاحیت پیدا کرنا ضروری ہے۔
4. موجودہ دور میں دعوت کے جدید ذرائع سے فائدہ اٹھایا جائے۔ سوشل میڈیا، ویب سائٹس، آن لائن لیکچرز اور دیگر ذرائع کو قرآن و سنت کی صحیح تعلیمات عام کرنے کے لیے مثبت انداز میں استعمال کیا جائے۔
5. سابقہ اقوام اور ان کے انجام سے متعلق قرآنی واقعات کو دعوتی تربیت کا حصہ بنایا جائے۔ سورۃ یٰسٓ میں گزشتہ قوموں کے حالات اور ان کے انجام کو نصیحت و عبرت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے قرآن کریم کے تاریخی واقعات کو موجودہ معاشرتی حالات سے مربوط کر کے اس انداز میں بیان کیا جائے کہ ان سے افراد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے مؤثر رہنمائی حاصل ہو سکے۔
6. توحید اور عقیدۂ آخرت کو دعوتی سرگرمیوں میں خصوصی اہمیت دی جائے۔ دعوتِ دین کا بنیادی محور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، صرف اسی کی عبادت، اس پر کامل ایمان اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کو مضبوط کرنا ہونا چاہیے، کیونکہ یہی عقیدہ انسان کے فکر و عمل کی اصلاح میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔
7. سورۃ یٰسٓ کے دعوتی منہج کو عصرِ حاضر کے فکری، اخلاقی اور معاشرتی مسائل سے مربوط کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے قرآن کریم کی دعوتی تعلیمات کی روشنی میں ایسے عملی اور مؤثر دعوتی پروگرام ترتیب دیے جائیں جو موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں اور فرد و معاشرے کی حقیقی دینی، اخلاقی اور روحانی اصلاح میں معاون ثابت ہوں۔

حوالہ جات

[1] سورۃ یٰسٓ، آیات:20-22

[2] مفتی محمد شفیعؒ، تفسیر معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، اشاعت: رمضان 1440ھ / 2019ء، ج:7، ص:369

[3] حافظ عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جوناگڑھیؒ، مکتبہ قدوسیہ، اشاعت: 2003ء، ج:4، ص:382-386

[4] سورۃ یٰسٓ، آیات:23-25

[5] تفسیر معارف القرآن، ج:7، ص:369،370

[6] تفسیر ابن کثیر، ج:4، ص:386-387

[7] سورۃ یٰسٓ، آیات نمبر:26،27

[8] تفسیر معارف القرآن، ج:7، ص:370،371

[9] تفسیر ابن کثیر، ج:4، ص:387،388

[10] سورۃ یٰسٓ، آیت:28،29

[11] تفسیر معارف القرآن، ج:7، ص:369

[12] تفسیر ابن کثیر، ج:4، ص:387

[13] سورۃ یٰسٓ، آیت:30،31

[14] تفسیر معارف القرآن، ج:7، ص:370

[15] تفسیر ابن کثیر، ج:4، ص:388

[16] سورۃ یٰسٓ، آیت:32

[17] تفسیر معارف القرآن، ج:7، ص:371

[18] تفسیر ابن کثیر، ج:4، ص:389